سید عارف نوشاہی

سلسلۂ قدسیہ کے علما اور مصنفین

سلسلۂ قدسیہ شیخ سعد الدین احمد انصاری کابلی سے منسوب ہے۔ شیخ موصوف ۱۱۴۰ ہجری میں کابل کے قریب ایک گاؤں "دہ یحییٰ" میں پیدا ہوئے اور ۱۲۲۵ ہجری میں وفات پا کر فضل آباد نزد کابل میں دفن ہوئے۔ وہ اپنے عہد کے با اثر شیخ، پُر نویس مصنف اور پُر گو شاعر تھے۔ انھوں نے مختلف موضوعات پر ۳۲ کتابیں یادگار چھوڑیں، جن کے مخطوطات پاکستانی کتب خانوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ ان کا فارسی دیوان "دیوان شور عشق" حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکا ہے۔

شیخ کے سوانح اور اذکار پر اُن کے ایک ارادت مند مصطفیٰ بن محمد ابراہیم ہروی نے ۱۲۲۳ھ تا ۱۲۲۶ھ فارسی میں ایک جامع کتاب بنام "نشأۃ القدس" تالیف کی، جس کا نہایت مختصر خلاصہ بعنوان "یک مرد بزرگ" باہتمام محمد ابراہیم خلیل کابل سے چھپ چکا ہے۔ "نشأۃ القدس" کے تین مخطوطات ہمارے علم میں ہیں۔

۱۔ نسخہ کتاب خانہ گنج بخش۔ راولپنڈی نمبر ۴۰۴۵

۲۔ نسخہ کتاب خانہ مولانا محمد علی، مکھڈ ضلع اٹک

۳۔ نسخہ کابل جس پر شیخ کی مہر بھی ثبت ہے۔

یقیناً یہ کتاب ایک فرد کے سوانح نہیں بلکہ اپنے عہد اور بخارا سے لے کر دہلی اور کشمیر تک کے علاقے کی ایک معاشرتی اور علمی تاریخ بھی ہے۔ انشاء اللہ ہم اس کتاب سے کسی دوسری فرصت میں استفادہ کر کے شیخ کے مفصل احوال و آثار پر مقالہ قلم بند کریں گے۔ فی الحال شیخ سے جاری ہونے والے سلسلۂ قدسیہ سے وابستہ کچھ مصنفین اور علما کا ذکر مقصود ہے، جن میں سے بعض کا تعلق موجودہ صوبہ سرحد سے ہے۔

یہ مضمون نشأۃ القدس کے نسخہ گنج بخش سے تیار کیا گیا ہے۔

۱۔ شیخ ظہور الدین شنواری: آپ میر سید علی رضا مشہور بہ میاں میر کے مرید تھے جو شیخ سعد الدین

احمد انصاری کے مریدوں میں سے تھے۔ شیخ ظہور اگرچہ اُمیِ مطلق تھے۔ لیکن تصوف میں ایک کتاب تصنیف کی ۔ نشأۃ القدس کی تالیف کے وقت وفات پا چکے تھے ۔ (نشأۃ القدس، ص ۲۱۰)

۲۔ خلیفہ محمد قاسم دہ نَوی : دہ نَو کابل کے کوہ دامن میں ایک گاؤں ہے۔ منصبِ افتا پر متمکن تھے۔ تصوف میں ایک کتاب موسوم بہ "نشاط العشق" لکھی ۔ نشأۃ القدس کی تالیف کے وقت فوت ہو چکے تھے۔ (نشأۃ القدس، ص ۲۱۵)

۳۔ میاں منیر شاہ پشاوری : نشأۃ القدس کی تالیف کے وقت زندہ تھے۔ مصنف نے ان کا ذکر یوں کیا ہے :

"وہ صحیح النسب سید ہیں اور علومِ شریعت و طریقت اور حقیقت میں جامع ہیں ۔ عالم ظاہر میں دو مرتبہ تحصیل فضیلت کی ۔ اس کے بعد راہِ طلب میں قدم رکھا اور توکل اور قناعت اختیار کی ۔ وہ حقیقت میں پیرزادہ اور صاحب زادہ ہیں ۔ ان کے والدِ بزرگ وارِ شیخِ وقت تھے اور مریدوں اور اخلاص مندوں کی تربیت کرتے تھے ۔ ان کا نام میر فرخ سیر شاہ تھا ۔ میاں منیر شاہ نے باوجود خود صاحب زادہ اور پیرزادہ ہونے کے حضرت شیخ (سعد الدین احمد) کی خدمت میں حاضر ہونے کو اپنے لیے عار نہیں سمجھا ۔ انھوں نے اپنا علم و عمل اور بزرگ زادگی ایک طرف رکھی اور طریقت میں داخل ہو گئے اور طالب صادق اور صوفی صافی بنے ۔ سخت ریاضت کی ۔ سلسلۂ قادریہ اور سلسلۂ نقشبندیہ دونوں میں عمل و سلوک کی منزلیں طے کیں اور صاحبِ معرفت و یقین ہوئے ۔ آپ یگانۂ روزگار، بے نظیر محقق اور مدقق اور اپنے وقت کے موحد ہیں ۔ حضرت شیخ نے انھیں خلیفہ بنایا ہے اور اجازت نامہ اور پروانۂ خلافت عطا فرمایا ہے۔

آج کل پشاور میں گوشہ نشین ہیں اور قرآن مجید کے حواشی پر صوفیانہ اسلوب میں دقیق نکات لکھ رہے ہیں ۔ اپنے حواشی کے مضمون کا تفسیر عرائس البیان کے نکات سے، جو درحقیقت اہلِ تحقیق کی تفاسیر کا لب لباب ہے، موازنہ کر رہے ہیں ۔ اگرچہ ان کے نکات اور عرائس البیان کے نکات کی عبارت میں فرق ہے لیکن ان کے مضمون میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ اپنا زیادہ تر وقت انہی دقیق قرآنی نکات میں صرف کرتے ہیں۔

ان مستجمع الحسنات اور جامع الکمالات شخص نے تیس سال سے زاید عرصے سے قطعاً گوشت

نہیں کھایا ہے۔ ان کا مشرب محمدی ہے اور اکثر فقر و فاقہ میں زندگی گزار رہے ہیں۔
وہ علم شریعت میں بھی اسی قدر مدقق ہیں اور انھیں خود سے ایسے نادر نکات سوجھتے ہیں کہ اگر انھیں مجتہد کہیں تو بے جا نہ ہوگا

تصانیف : انھوں نے اپنے مقالات اور رسائل کو مرتب کیا ہے جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے
۱۔ جبر و اختیار کے موضوع پر اُن کے مختصر رسالے کی نظیر نہیں ملتی۔
۲۔ انھوں نے حضرت شیخ (سعد الدین احمد) کے اسمائے متبرک کی صوفیانہ انداز میں تشریح کی ہے۔
۳۔ کتاب دلائل الخیرات کی بھی شرح لکھی ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب میں دلائل الخیرات کی شرح لکھ رہا تھا تو مجھے حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک، قاب قوسین ابرو اور مازاغ البصر کے سرمے والی آنکھیں نظر آتی تھیں۔

میں نے (مؤلفِ نشأۃ القدس نے) ان سے سنا ہے کہ وہ اسم ذات کو خلا میں منقش دیکھتے تھے۔ یہ اسم تمام فضا پر محیط ہوتا اور زرہ کے حلقوں کی طرح ایک دوسرے سے پیوست دکھائی دیتا۔ میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا ہے کہ میں (میاں منیر شاہ) آسمانی فرشتوں کی آواز سنا کرتا تھا لیکن مجھے یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ کیا کہہ رہے ہیں اور تسبیح و تہلیل کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنے کئی اشارات، رموز، حقائق اور دقائق قلم بند کیے ہیں۔ ان کی اکثر باتیں عربی زبان میں ہوتی ہیں۔ (نمونہ حذف کیا جاتا ہے)۔ میرے خیال میں اس وقت حضرت میاں منیر شاہ جیسا کوئی محقق نہیں ہے۔ گویا وہ اپنے زمانے کے امام ہیں اور ان کی مثال نہیں ملتی۔ وہ امام قشیری اور شیخ روزبہان کی مانند ہیں۔ اس وقت (۱۲۲۶ھ) میں بقید حیات ہیں" (نشأۃ القدس۔ ص ۲۲۰۔ ۲۲۷ ملخصاً)

۴۔ ملا عبد الحکیم پشاوری : آپ بھی نشأۃ القدس کی تالیف کے وقت زندہ تھے۔ صاحب نشأۃ القدس ان کے بارے میں رقم طراز ہیں : حضرت (سعد الدین احمد) کے خاص مرید اور منظور نظر ہیں۔ صاحب ذوق و شوق اور سوز و گداز ہیں۔ ۔ ۔ راقم نے حضرت شیخ کی زبان سے ان کی تعریف سنی ہے۔ وہ سخی اور فیاض ہیں۔ طبابت بالخصوص کحالت میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ اکثر نابیناؤں کا علاج کیا ہے اور خدا تعالیٰ نے ان کے ہاتھ سے انھیں شفا دی اور بینائی بخشی ہے۔

تصانیف : شعر گوئی اور قافیہ سنجی میں موزوں طبع رکھتے ہیں۔ اپنے رسائل کو مرتب کیا ہے

سلسلۂ قادریہ کا شجرہ منظوم کیا ہے۔

حضرت شیخ کی مدح میں کئی قصائد اور اشعار لکھے ہیں اور انھیں دکھائے ہیں۔ حضرت شیخ کی ان پر خاص نظر ہے۔ آپ نے انھیں (ملا عبد الحکیم کو) خلافت سے نوازا ہے اور بخارا اور ترکستان کی ولایت پر بھیجا ہے۔ اب وہ بخارا میں (حضرت شیخ کے) خلیفہ ہیں اور بخارا ہی میں شادی کی ہے، عیال دار ہیں۔ البتہ پشاور میں بھی بدستور (خلیفہ ہیں)۔ کچھ عرصہ بخارا اور اس کے نواح میں گزارتے ہیں اور پھر حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر زیارت کرتے ہیں اور ان سے اجازت لے کر پشاور آجاتے ہیں۔ وہاں کچھ عرصہ گزار کر کابل آتے ہیں اور حضرت شیخ کی قدم بوسی کرتے ہیں اور اجازت لے کر بخارا چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح ان کی زندگی گزر رہی ہے۔

ترکستان میں ان کے مریدین اور اخلاص مند احباب موجود ہیں۔ مثلاً ملا محمد اسماعیل بخارائی جو مدرسۂ چوبین کے مدرس اور بخارا کے مشاہیر میں سے ہیں، وہ خلیفہ عبد الحکیم کے مرید ہیں۔ اسی طرح ملا سید خواجہ بخارائی، ملا عوض بدل بخارائی اور محمد ابراہیم بخارائی بھی خلیفہ عبد الحکیم کے مریدوں میں شامل ہیں ــــ بخارا کے دیگر اکابر حتیٰ کہ بخارا کے بادشاہ کو بھی ان سے رغبت ہے۔ سب لوگ ان سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ راقم الحروف (مؤلف نشأۃ القدس) بھی ان کا احسان مند ہے۔ انھوں نے کئی بار مجھ پر احسان فرمایا ہے اور فرماتے رہتے ہیں۔ (نشأۃ القدس، ص ۲۲۸-۲۳۰ ملخصاً)

۵۔ ملا میر حسین پای مناری : پای منار شیخ سعد الدین انصاری کے مدفن دہ یحییٰ سے ایک میل کے فاصلے پر واقع گاؤں ہے۔ آپ بھی نشأۃ القدس کی تصنیف کے وقت زندہ تھے۔ مؤلف نے ان کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے : آپ حسینی سادات میں سے ہیں اور حضرت میر شیخ زیور الدین کی بیٹی کی اولاد سے ہیں۔ صالح اور صاحب ورع و تقویٰ اور طہارت ہیں۔ علم ظاہر و باطن میں بھی جامع ہیں۔ طریقت میں مستقیم اور ثابت قدم ہیں۔ سلسلۂ نقشبندیہ کے آداب و حقائق پر کتابیں تصنیف کی ہیں۔ مثلاً (۱) شرح عقائد صوفیا (۲) دار الشفا (۳) رسالہ المعمور لاہل الحضور (۴) رسالہ بیان الاصطلاحات فی کلام القوم (نقشبندیہ) (۵) مخزن الجواہر (۶) تفسیر لطائف الاسرار۔

ان کی تالیفات کی تعداد تقریباً بیس ہے، لیکن یہاں ان کے ناموں کا اندراج موجب طوالت

ہوگا۔

اپنی کتاب مخزن الجواہر میں فرماتے ہیں : الصنم الاعظم و الاٰلات الکبری ھی النفس۔

یہ بھی انہی کا قول ہے : الصبر الاستقامۃ فیما امر و ما نھی بل فیما قدر و ما قضی۔

نیز ان کا قول ہے :

الفقر دوام الاحتیاج الی اللہ تعالی و استمرار الاستغناء من الناس و من تزھد و التی لاھل الکرامات فھو مشرک و الکرامات طاغوتہ . . .

۷۔ مکتوبات

یہ شعر بھی ان کا ہے۔

تا ریخت فیض بر سرم از شیخ سعد الدین | از بایزید و شبلی و احرار فارغم

(نشاۃ القدس، ص ۲۳۰ - ۲۳۲ ملخصاً)

سید امیر علی

شاہد حسین رزاقی

سید امیر علی اپنے عہد کی ایک عظیم شخصیت تھے۔ اسلامی ہند کی نشاۃ ثانیہ کے کارفرماؤں میں ان کا ایک بلند مقام ہے۔ وہ غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے، وہ سیاست دان بھی تھے، ایک روشن خیال مفکر بھی، اور مصنف کی حیثیت سے تو ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا، قانونِ اسلامی میں بھی ان کی نظر بڑی گہری تھی۔ مسلمانان پاک و ہند کے قومی حقوق کے لیے گزشتہ صدی کے اواخر میں جب آئینی جدوجہد شروع ہوئی تو اس میں وہ پیش پیش تھے اور اس سلسلے میں انھوں نے بیش بہا خدمات انجام دیں۔ مسلمان ملکوں کے دفاع اور خلافتِ عثمانیہ کو مغربی یلغار سے بچانے میں بھی وہ برابر کوشاں رہے۔ اس کتاب میں سید امیر علی کی شخصیت کے ان تمام پہلوؤں کو شرح و بسط سے پیش کیا گیا ہے۔

صفحات ۳۰۹ قیمت ۱۸ روپے

ملنے کا پتا : ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور

الفہرست

محمد بن اسحاق ابن ندیم وراق

اردو ترجمہ محمد اسحاق بھٹی

یہ کتاب چوتھی صدی ہجری تک کے علوم و فنون، سیر و رجال اور کتب و مصنفین کی مستند تاریخ ہے۔ اس میں یہود و نصاریٰ کی کتابوں، قرآن مجید، نزولِ قرآن، جمع قرآن اور قرائے کرام، فصاحت و بلاغت، ادب و انشا اور اس کے مختلف مکاتبِ فکر، حدیث و فقہ اور اس کے تمام مدارس فکر، علم نحو، منطق و فلسفہ، ریاضی و حساب، سحر و شعبدہ بازی، طب اور صنعتِ کیمیا وغیرہ تمام علوم، ان کے علما و ماہرین اور اس سلسلے کی تصنیفات کے بارے میں اہم تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں واضح کیا گیا ہے کہ یہ علوم کب اور کیونکر عالمِ وجود میں آئے۔ پھر ہندوستان اور چین وغیرہ میں اس وقت جو مذاہب رائج تھے، ان کی وضاحت کی گئی ہے۔ نیز بتایا گیا ہے کہ اس دور میں دنیا کے کس کس خطے میں کیا کیا زبانیں رائج اور بولی جاتی تھیں اور ان کی تحریر و کتابت کے کیا اسلوب تھے۔ ان کی ابتدا کس طرح ہوئی اور وہ ترقی و ارتقا کی کن کن منازل سے گزریں۔ ان زبانوں کی کتابت کے نمونے بھی دیے گئے ہیں ـــــ ترجمہ اصل عربی کتاب کے کئی مطبوعہ نسخے سامنے رکھ کر کیا گیا ہے اور جگہ جگہ ضروری حواشی بھی دیے گئے ہیں جس سے کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔

صفحات ۹۴۶ مع اشاریہ قیمت ... ـــ ۴۵ روپے

اسلام اور مذاہبِ عالم

مولانا محمد مظہر الدین صدیقی

مذاہبِ عالم اور اسلام کا تقابلی مطالعہ۔ یہ کتاب یہ بھی وضاحت کرتی ہے کہ اسلام انسان کے مذہبی ارتقا کی فیصلہ کن منزل تھی۔ اس نے تمام مذاہب کے حقائق کو یک جا کر کے اپنی وحدت میں سمو لیا۔

صفحات ۲۴۸ قیمت ... ـــ ۳۰ روپے

ملنے کا پتا: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور